تلخیص و ترجمہ

مسلمانوں کا نظام مالیات

تاریخی نقطۂ نظر سے

مالیات کا صحیح نظام اور آمد و صرف میں توازن ریاست State کا اہم عنصر ہے! اربابِ سیاست اس سے ناواقف نہیں مسلمانوں نے اپنی حکومت کے شروع دن سے مالیات کا شعبہ (بیت المال) قائم کیا اور اس کے نظام کی سطح بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس شعبہ کی حیثیت موجودہ "وزارتِ مالیہ" کی تھی اور اس شعبہ کے افسر کی ذمہ داریاں ایک وزیر مال سے کسی طرح کم نہ ہوتی تھیں۔

ذرائع آمدنی بیت المال کے اہم ذرائع آمدنی، خراج، جزیہ، زکوٰۃ، فیٔ، مالِ غنیمت، اور عُشر تھے، ذیل میں ان پر ایک اجمالی نظر ڈالی گئی ہے۔

خراج خراج نقد یا پیداوار کی ایک معین مقدار کا نام ہے جو غیر مسلموں کی ان زمینوں سے لیا جاتا تھا جن پر مسلمانوں نے مقابلہ کے بعد یا صرف صلح کے بعد تسلط قائم کیا ہو، یہ ضروری تھا کہ مجاہدین کی اجازت سے ان زمینوں کو امیر نے مفادِ عامہ کے لئے وقف کر دیا ہو۔ اور ان میں تقسیم نہ کیا ہو، ورنہ خراج کی جگہ عُشر (۱/۱۰) لیا جائیگا۔ [۱]

خراج وصول کرنے کے دو طریقے تھے ایک پیمائش کا طریقہ تھا، اس میں زمین کی پیمائش یا تخمینہ کے بعد نقد یا پیداوار کی ایک خاص مقدار مقرر کر دی جاتی تھی، اس سے غرض نہ تھی کیا بویا گیا؟ کتنا پیدا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے ارض سواد[۲] کا خراج اسی پیمائش کے طریقہ پر مقرر کیا تھا۔

---

[۱] دیکھئے تفصیل الاحکام السلطانیہ (للماوردی) صفحہ ۱۳۲۔

[۲] موصل سے عبادان تک طول میں اور مغرب میں قادسیہ سے حلوان تک، تاریخ خطیب بغدادی ج ۱ ص ۲۳

دوسرا طریقہ بٹوارے کا تھا، اس میں پیداوار کا ایک معین حصہ مقرر کردیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ آنحضرتؐ کے زمانہ سے پایا جاتا تھا، آپ نے اہلِ خیبر سے وہاں کی نصف پیداوار پر مصالحت فرمائی تھی۔

خراج کی مقدار خلافتِ راشدہ (۱۱ھ ۴۰ھ، ۶۳۲ء ۶۶۱ء) میں زمین کی پیداوار، زرخیزی اور وسائلِ آبپاشی کی آسانیوں کا لحاظ کرکے مقرر کی جاتی تھی، حالات کے اعتبار سے اس میں ردّوبدل بھی ہوتا رہتا تھا۔

دیوانی خراج مسلمانوں سے قبل روم وفارس کی حکومتوں میں ٹیکس کا محکمہ قائم تھا، ہر صوبہ میں ایک افسر کے ماتحت بہت بڑا عملہ کام کرتا تھا، اس افسر کو ضروری مصارف کا اختیار حاصل تھا، لیکن اس کا فرض تھا کہ آمدو خرچ میں توازن کا خیال رکھے۔

مسلمانوں نے روم وفارس پر اقتدار قائم کرنے کے بعد ان محکموں کو باقی رکھا، دفتری زبان تک نہیں بدلی! عبدالملک بن مروان (۸۶ھ ۶۵ھ، ۷۰۵ء ۶۸۵ء) کے زمانہ تک شام میں اغریقی، فارس میں فارسی، اور مصر میں قبطی، دفتری زبانیں تھیں، عبدالملک بن مروان نے شام وفارس کی دفتری زبان عربی قرار دیدی تھی، ۸۷ھ میں مصر کی دفتری زبان قبطی کی جگہ عربی عبداللہ بن عبدالملک گورنر مصر نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے بدل دی تھی۔[۵۱]

خراج وصول کرنے کے لئے مستقل افسر مقرر رہتے تھے، یہ عموماً گورنر یا سپہ سالار ہوتے تھے، ان کا فرض تھا کہ وہ مفادِ عامہ اور فوجی مصارف کے ماسوا باقی رقم بیت المال کو بھیجدیں، امام ابو یوسفؒ کے الفاظ میں[۵۲] خراج کا افسر، فقیہ ہو، عالم ہو، پاکباز ہو، منصف مزاج ہو، متدین ہو، اور خود رائی سے احتراز کرتا ہو۔

خلافتِ راشدہ کا زمانہ عدل وانصاف سے معمور تھا، خراج کی وصولی میں گورنروں کو بے اعتدالیوں کی جرأت نہ ہوتی تھی، پیمائش کے . . . . طریقے سے خراج وصول کیا جاتا تھا اور زمین

---

۵۱ دیکھئے تفصیل مقریزی جلد ۱ ص۲۸۔ ۵۲ کتاب الخراج للامام ابی یوسف۔ صفحہ ۱۸۔

کی زرخیزی اور پیداوار کی نوعیت کا لحاظ رکھا جاتا تھا، پورا خراج نقد کی صورت میں ادا کرنا ضروری نہ تھا پیداوار کی شکل میں بھی دیا جا سکتا تھا، ناگہانی آفات اور پیداوار کی قلت کے وقت معاف کر دیا جاتا تھا یا اس میں تخفیف کر دی جاتی تھی۔ گورنروں کا فرض تھا کہ آبپاشی کی سہولتیں مہیا کریں اور ترقی زراعت کی دوسری تدابیر عمل میں لائیں۔

محکمۂ احتساب حکومت کی طرف سے خراج کے افسروں کا نہایت سختی سے محاسبہ کیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے باقاعدہ ایک احتساب کا محکمہ قائم کر دیا تھا۔ اس محکمہ کے افسر محکمۂ خراج کے عہدہ داروں کی مالی حالت کا جائزہ لیتے رہتے تھے اور اس بات کی سخت نگرانی رکھتے تھے کہ کہیں کسی عہدہ دار کا خرچ اس کی آمدنی سے زیادہ تو نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تھا تو فوراً تفتیش کی جاتی تھی کہ اس عہدہ دار نے خراج کی رقم میں خورد بُرد تو شروع نہیں کر دی۔ تغلّب کی بنا پر معزولی کے بعد انھیں دورانِ منصب کی جمع کی ہوئی نصف دولت بیت المال میں داخل کرنا پڑتی تھی، اس میں کسی قسم کی رعائت نہیں کی جاتی تھی، حضرت عمرؓ کو اگر خراج کے کسی افسر کی دولت مندی پر شبہ ہو جاتا تھا تو نہایت سختی سے اس کی تحقیق کراتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی غیر معمولی ثروت پر آپ کو شبہ ہو گیا تو آپ نے ذرا ان کی رعایت نہیں کی اور نہایت سختی سے محمد بن مسلمہؓ کے ذریعہ تفتیش کرائی۔[1]

بنو امیہ (سنہ ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ، سنہ ۶۶۱ء سے ۷۵۰ء) نے خراج کا نظم و نسق نہایت اچھا قائم کیا تھا عبد الملک بن مروان خراج کے بد دیانت افسروں کو برطرف کرنے کے بعد نہایت سختی سے ان کی ثروت کا جائزہ لیتا تھا اور جن لوگوں پر یہ شبہ ہو جاتا تھا کہ ان افسروں کی امانتیں ان کے پاس رکھی ہیں ان سے اعتراف کرانے کے لئے انھیں سنگین سزائیں دی جاتی تھیں اور مال و دولت لیکر بیت المال میں داخل کر دیا جاتا تھا، یہ سزائیں اکثر حدود شرع سے متجاوز ہو جاتی تھیں۔ ان امانت داروں کے دلوں میں،

---

[1] دیکھئے تفصیلات طبری جلد ۱ صفحہ ۲۸۶۴ جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ اور بلاذری صفحہ ۲۲۷۔

امانت رکھنے والے افسروں کی طرف سے فطری طور سے نفرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی تھی، جو بعض دفعہ نازک صورت اختیار کر لیتی تھی، بنی امیہ کا آخر زمانہ فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔ اس میں خراج کا نظام بھی ابتر ہو گیا تھا، جبر و استبداد، رشوت ستانی اور شخصی عداوت نے خلافت کی جگہ لے لی تھی، گورنروں میں آمریت کی شان پائی جاتی تھی، نیا گورنر اپنے سابق گورنر کے عملہ کو گرفتار کر لیتا تھا یا قید کر دیتا تھا، اس کی جگہ اپنے ہوا خواہ افراد کو مقرر کر دیا کرتا تھا، بنی امیہ کی تباہی میں اس کا بھی بہت بڑا دخل تھا۔

نظامِ جاگیرداری یہ نظام اپنی ابتدائی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پایا جاتا ہے آپ نے مزینہ کے چند آدمیوں کو ایک زمین دی تھی کہ وہ اسے جوتیں، بوئیں، انھوں نے بے التفاتی سے اسے بے کار پڑا رہنے دیا تھا، دوسرے لوگ جوتنے بونے لگے تھے، تھوڑی مدت کے بعد مزینہ کے لوگوں نے اس زمین کو واپس لینا چاہا تو دونوں میں نزاع پیدا ہوا، قضیہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پیش ہوا، آپ نے فیصلہ کیا "جو شخص زمین کو تین سال تک بے کار پڑا رہنے دے، اس کے بعد اگر کوئی دوسرا اسے جوتنے بونے لگے تو وہی اس زمین کا زیادہ حقدار ہے" [۵۱]

حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہریں اور سعد بن ابی وقاصؓ کو ہرمز کا جاگیردار بنایا تھا ان جاگیرداروں کا فرض ہوتا تھا کہ فوجی اور دوسری ضرورتوں سے بچی ہوئی رقم بیت المال میں داخل کر دیں [۵۲]

منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ = ۷۵۴-۷۷۵ء) نے اپنے چند خاص ارکانِ حکومت کو جاگیردار بنایا تھا، یہ ان کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف اور صلہ تھا، یہ جاگیریں نہایت سرعت کے ساتھ آبادی سے معمور ہو گئی تھیں اور اسٹیٹ کی فلاح و بہبود پر اس کا نہایت اچھا اثر پڑا تھا۔ احمد بن طولون نے جب دیکھا کہ فسطاط اور عسکر آبادی اور فوجوں کی کثرت کیلئے ناکافی ہیں تو منصور کی طرح اس نے بھی امراء کو جاگیریں دیدیں کہ انھیں جا کر آباد کریں اور حکومت کے ذرائع آمدنی میں اضافہ کریں۔

---

[۵۱] طبری جلد ۳ ص ۵۰۲۔ [۵۲] تفصیل ملاحظہ ہو مقریزی جلد ۱ ص ۶۷۔ الخطط جلد ۱ ص ۹۲ اور الاحکام السلطانیہ ص ۱۸۵-۱۸۱

جاگیرداری کا یہ جدید نظام عیوب سے خالی نہیں تھا، جاگیردار کا مطمح نظر زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنا ہوتا تھا، تاکہ وہ حکومت کی مالگزاری ادا کرنے کے بعد اپنے لئے بھی کافی رقم بچا سکے، جاگیردار کو اپنی جاگیر پر پورا اختیار ہوتا تھا وہ حسب خواہش کاشتکاروں پر لگان مقرر کر دیتا تھا اسے کوئی روک ٹوک کرنیوالا نہ تھا، کاشتکار شبانہ روز کی مسلسل محنت سے "قبر کا اُگلا ہوا مردہ" نظر آنے لگتا تھا لیکن لگان بھی بمشکل ادا کر سکتا تھا، مرکزی حکومت تک ان بیچاروں کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی کہ ان کے خلاف احتجاج کریں، سچ پوچھیے تو جاگیرداروں کے مزید جور و استبداد کے خطرہ سے انھیں اس کی جرأت بھی نہیں ہوتی تھی"۔ [۱]

ڈاکٹر گروہماں اڈولف (Grohman Adolfe.) نے جاگیرداری کے نظام پر بصیرت افروز بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے [۲] "جاگیر کے پٹہ کی مدت چار سال سے زیادہ نہیں ہوتی تھی، جاگیردار کی ذمہ داریوں میں نہ صرف کاشت وغیرہ کرانا داخل تھا بلکہ پلوں کی مرمت، آبپاشی کی سہولتیں مہیا کرنا اور زمین کی اصلاح بھی شامل تھی، مدت کی قلت اور مصارف کی زیادتی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جاگیرداران جاگیروں سے یہ اخراجات پورے کرتے تھے، ان جاگیرداروں کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ اتنی آمدنی حاصل ہوجائے کہ حکومت کا ٹیکس ادا کرنے کے بعد ان کی "دلچسپیوں" کے لئے بھی کافی رقم بچ رہے، بیچارے محکوم کاشتکار درمیان میں پستے تھے۔

جاگیرداری [۳] کا یہ نظام عالمگیر تھا، دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی کے یورپ نے بھی مسلمانوں کے اس نظام کی تقلید کی تھی!   (باقی آئندہ)

ع۔ص

---

[۱] تفصیلات ملاحظہ ہوں کتاب الخراج (امام ابویوسفؒ) ص ۷۱ ــ ۷۰ ــ ۶۱ ــ ۱۸۔

[۲] Arabic papyri in the Egyptian Library, Vol. II. PP. 64.

[۳] یہ واضح رہنا چاہیے کہ اس نظام کو اس نظام جاگیرداری سے کوئی نسبت نہیں ہے جس کے خلاف فرانس میں انقلاب ہوا تھا" (برہان)